03 //04/8319

مشتاق احمد صدیقی

پیدائش: ۲/ اگست ۱۹۶۰ء

صوبہ خیبر پختونخوا کے مَردم خیز شہر ایبٹ آباد میں پیدا ہوئے۔ پشاور یونیورسٹی سے ایم۔ اے (اُردو) کا امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا اور دوسری پوزیشن حاصل کی۔ 1987ء سے صوبے کے مختلف کالجوں میں درس وتدریس میں مصروف رہے اور آج کل گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج نمبر 1 ایبٹ آباد میں بحیثیت صدر شعبہ اُردو اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے ہیں۔ اُنھوں نے ایم۔فل اُردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے مقالہ مرزا عزیز احمد دارا پوری، احوال و آثار، لکھ کر مکمل کیا جب کہ اسی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کے ریسرچ سکالر رہے اور ان کے پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان ''ممتاز شیریں کا ذہنی ارتقا'' ہے۔

ان کا طبعی رجحان تحقیق اور تنقید نگاری کی طرف رہا۔ ان کی نگارشات مختلف ادبی رسائل و جرائد اور کالج میگزینز میں چھپتے رہے، ان کے اہم مطبوعہ مضامین درج ذیل ہیں۔

۱۔ پیروڈی اور اُردو ادب	۲۔ تحقیق وتنقید کا رشتہ
۳۔ بنیاں انگارے ایک جائزہ	۴۔ تصورِ خدا اور مفہومِ دُعا
۵۔ صحرائیت وبدویت اقبالؔ کی نظر میں	۶۔ ایہام گوئی کی تحریک کے اسباب

لمحۂ فکریہ

وطنِ عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان ایک ترقی پزیر ملک ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قدرتی وسائل سے مالا مال کیا ہے لیکن روز بڑھتی ہوئی آلودگی اور آبادی نے اس کی ترقی میں رکاوٹیں ڈالی ہیں۔ کسی بھی ملک یا معاشرے میں آبادی اور وسائل کے درمیان، ''خصوصاً خوراک کے وسائل'' اس دباؤ کا باعث بن جاتے ہیں جس کے نتیجے میں عموماً معیارِ زندگی میں کمی واقع ہوتی ہے۔ اس کمی اور دباؤ کو دور کرنے کے لیے بالآخر انگلستان کے مشہور معیشت دان تھامس مالتھس (Thomas Malthus) نے نظریۂ آبادی پیش کیا جس کا تعلق آبادی میں کمی سے ہے۔

حالیہ دہائیوں کے دوران میں کئی ترقی پذیر ممالک ''جن میں بھارت، سری لنکا، بنگلہ دیش اور پاکستان شامل ہیں'' افراطِ آبادی کا شکار ہیں۔ ان ممالک میں ہر سال آبادی کے دباؤ میں جو اضافہ ہو رہا ہے وہ ساری دنیا کے پچاس چھوٹے ممالک کی کل آبادی سے بھی زیادہ ہے جس کی وجہ سے ان ممالک کی ترقی کی رفتار متاثر ہو رہی ہے۔ ان کی پیداوار، فی کس آمدنی، سرمایہ کاری اور بچتیں بھی متاثر ہوتی جا رہی ہیں۔ جس سے عوام روز افزوں مہنگائی کے مصائب میں گرفتار ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

آبادی کے دباؤ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ممالک جہاں آبادی کا دباؤ کم ہے اور دوسری ان ممالک کی جہاں آبادی کا دباؤ بہت زیادہ ہے۔ آبادی کے دباؤ کی یہ اقسام ہر ملک کی شرح پیدائش کو مدنظر رکھ کر متعین کی جاتی ہیں۔ جن مالک میں آبادی کا یہ دباؤ کم ہے وہاں عموماً شادیاں زیادہ عمر میں کی جاتی ہیں جس کی وجہ سے آبادی کے دباؤ میں اضافہ نہیں ہوتا لیکن جن ممالک میں شادیاں کم عمری میں کر دی جاتی ہیں وہاں آبادی کے دباؤ میں بے تحاشا اضافہ ہو جاتا ہے۔

اس وقت وطن عزیز کو بھی یہی مسئلہ درپیش ہے اور اس کی آبادی میں 1.73 فیصد سالانہ شرح سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے جو کسی بھی ہمسایہ ملک سے بہت زیادہ ہے۔ اگر اس میں کمی نہ کی گئی تو آئندہ 37 سالوں میں آبادی دوگنا ہو جائے گی اور یہ 2050ء تک 349 ملین تک پہنچ جائے گی۔ جبکہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کی اوسط شرح آبادی 0.1

فیصد ہے۔ وطن عزیز کی آبادی کا اس طرح بڑھنا اور اس کے دباؤ میں اضافہ ہونا ایک ایسا لمحۂ فکریہ ہے کہ جس سے آگاہی ہر ذمہ دار شہری کا فرض ہے۔ اس دباؤ کی کمی میں ملکی اور انفرادی سطح پر کوششیں وقت کی اہم ضرورت ہے۔

تخلیقِ آدم کے بعد نسل انسانی تیزی سے پھیلنی شروع ہوئی اور سیکڑوں سے لاکھوں، لاکھوں سے کروڑوں اور کروڑوں سے اربوں تک جا پہنچی ہے۔ آغاز میں اس میں اضافے کی رفتار کم تھی لیکن گزشتہ دو، تین صدیوں کے دوران میں اس میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا۔ اس طرح ضروریاتِ زندگی میں بھی اضافہ ہوا اور رہائش و خوراک کے مسائل نے جنم لیا۔ لامحالہ قدرتی وسائل پر بھی بوجھ بڑھ گیا۔ درختوں کے بے تحاشا کٹاؤ سے جنگل سکڑ گئے۔ قصبوں اور شہروں پر بڑھتی ہوئی آبادی کے دباؤ سے زرخیز زرعی زمینوں پر مکانات، کارخانے اور فیکٹریاں بن گئیں۔ اس طرح زرعی زمین کی کمی نے وطن عزیز کو مزید وسائل کی کمی کا شکار بنا دیا ہے۔

شہری آبادیوں کا استعمال شدہ گندہ پانی، کارخانوں، فیکٹریوں اور گاڑیوں کے دھویں اور ہر طرف پھیل جانے والی گندگی کی بہتات و کثرت نے آبی، فضائی اور زمینی آلودگی میں اضافہ کیا ہے۔ اس طرح وطن عزیز میں جہاں ہر طرف آلودگی نے ڈیرے ڈالے وہاں بڑھتی ہوئی آبادی کا بوجھ بھی ہمارے قدرتی وسائل برداشت نہ کر سکے اور ہمیں وسائل کی قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی بنا پر پوری دنیا میں بڑھتی ہوئی آلودگی اور آبادی کے پیشِ نظر پوری دنیا کے ماہرین معاشیات، منصوبہ ساز اور ماحول کا تحفظ چاہنے والے فکر مند ہیں اور وہ سب وسائل اور ضروریات میں توازن قائم کرنے پر زور دیتے ہیں تاکہ پوری نوعِ انسانی کے معیارِ زندگی کو بہتر کیا جا سکے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہم اپنی بڑھتی ہوئی آلودگی اور آبادی کے بارے میں فکر مند ہوں گے۔

وطن عزیز بھی اسی طرح کے پیچیدہ حالات سے دوچار ہے جس کے باعث ترقی کی رفتار سست سے سست تر ہوتی جا رہی ہے جس سے عوام کے معیارِ زندگی کو بلند کرنے میں مشکلات درپیش ہیں۔ کسی بھی ملک کے عوام کے معیارِ زندگی کو بلند کرنے کے لیے خوراک، رہائش، تعلیم، طبی سہولتوں اور دیگر اشیا کا مناسب مقدار میں میسر ہونا ضروری ہوتا ہے۔ قومی نقطۂ نظر سے بہتر زندگی کے لیے قوم کے ہر فرد کو اس کی ضروریات اور سہولیات کا میسر ہونا ناگزیر ہے۔ جتنے کم افراد کو یہ سہولیات میسر ہوں گی اس قوم کا معیارِ زندگی اتنا ہی کم ہوگا۔ جس کا ایک بڑا سبب سرکاری اور نجی سطح پر منصوبہ بندی کا فقدان

ہے۔ اگر زندگی کے ہر شعبے میں سرکاری اور نجی سطح پر منصوبہ بندی سے کام لیا جائے تو اِن درپیش مسائل میں خاطر خواہ کمی کی جا سکتی ہے، عوام کے معیارِ زندگی کو بلند کیا جا سکتا ہے اور وطنِ عزیز کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا جا سکتا ہے۔

> جُوئے خوں ہے لہر میں، پر کوئی شیریں نہیں
> ہر کوئی فرہاد ہے، مفلسی کے دہر میں

معیارِ زندگی کا تعلق مادی اشیا اور سہولیات کے حصول کے ساتھ ساتھ اس کے سماجی ماحول اور ذہنی کیفیت سے بھی ہے۔ مثلاً تعلیم اور اس کی شرح خواندگی، صحت اور حفظانِ صحت کے اصولوں پر عمل، جمہوری اقدار، آزادیٔ اظہار، سماج میں خواتین کا مقام، ترقی کے یکساں مواقع، قانون کی پاسداری اور کتب بینی کی شرح، معیار زندگی کو بہتر بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

بہتر معیارِ زندگی ہر فرد کا بنیادی حق ہے لیکن آبادی اور وسائل میں عدم توازن اس حق کو متاثر کرتا ہے۔ اس سے محبت، احترام، دردمندی اور رواداری کی جگہ خود غرضی، ابتری، بے اطمینانی اور انتشار پھیلتا ہے۔ جرائم میں اضافہ ہو جاتا ہے اور سماجی عدم توازن جنم لیتا ہے جس سے سماجی بنیادیں کھوکھلی ہو جاتی ہے۔ بے روزگاری کی شرح میں بے حد اضافہ ہو جاتا ہے۔

ضرورت اس امر ہے کہ انسان خود اعتمادی اور خود اعتدالی سے کام لے اور توازن پیدا کرنے کی کوشش کرے تاکہ سرمایہ کاری کی راہیں ہموار ہوں۔ عوام کے روزگار اور آمدن میں اضافہ ہو اور غربت و افلاس میں کمی واقع ہو۔ ہمارا سماجی نظام، تاریخی، جغرافیائی اور نظریاتی عوامل کے زیرِ اثر تشکیل پاتا ہے۔ جس میں ہماری مذہبی اقدار سب سے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ دنیا و آخرت پر ایمان، صداقت، بزرگوں کا احترام، والدین، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق، ازدواجی زندگی میں وفاداری، سماجی انصاف، ایسی اسلامی اقدار ہیں کہ جن پر چل کر ہم اپنے بہت سے سماجی مسائل میں حوصلہ افزا کمی لا سکتے ہیں۔

(ماخوذ از ماڈیول تعلیم و ترقی آبادیات پراجیکٹ، شعبہ نصاب، وزارتِ تعلیم، حکومت پاکستان)